رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۷ | ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء | شنبہ | مطابق ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ | نمبر ۲۳

مدینۃ المسیح

الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں پنچایت قادیان کو صفائی کیطرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اسکے متعلق آنریری سکرٹری صاحب کی ایک چٹھی موصول ہوئی ہے۔ جسمیں انہوں نے صفائی کے نہ ہونے کی نسبت بعض مشکلات کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اب وہ اسبارے میں سخت کوشش کر رہے ہیں۔

ہفتہ مختتمہ ۱۸ ستمبر میں حسب ذیل مہمان تشریف لائے۔ میاں محمد شریف صاحب وکیل لاہور سے۔ منشی غلام حیدر صاحب پٹواری تلونڈی راہوالی سے۔ میاں احمد الدین صاحب سٹوڈنٹ کالج لاہور سے۔ حکیم چراغ علی و حکیم فیروز الدین صاحبان ضلع ملتان سے۔ جناب میر گل محمد خان صاحب ولد نواب قیصر خان صاحب گسی ایجنسی کوئٹہ بلوچستان سے۔ عبد الغنی و حبیب اللہ صاحبان ضلع کوہاٹ۔ جناب چودھری نصر اللہ خان صاحب سیالکوٹ سے جناب شیخ قطب الدین صاحب۔ پٹیالہ سے۔

اَلْمَوْعِظَۃُ الْحَسَنَۃُ

گناہ سے بچنے کا طریق

سوال ہوا۔ کہ اکثر پیر اور گدی نشین لوگ مختلف وظائف بتلایا کرتے ہیں۔ ہم کیا کریں۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ مومن جو بات یقین سے کہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ لفظوں کی پابندی اس میں ضروری نہیں ہے۔ ہاں انسان کو یہ آیت قد افلح من زکّٰھا۔ ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ گناہ سے بچا رہے۔ جب انسان گناہ کر لیتا ہے۔ اور وہ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ تو دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور جب دل سخت ہو جاوے۔ تو پاک نہیں ہوا کرتا۔ جب تک کہ پھر نرم نہ ہو۔ اور نرم نہیں ہوتا۔ جب تک کہ نمازوں میں دعائیں کرکے انسان توبہ پر توبہ کرکے توڑ دیتا ہے۔ اور اسپر کاربند نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ ساتھ نہ ہو۔ اسپر قدرتی طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ پھر گناہ کا علاج کیا ہے۔ جواب یہ ہے۔ کہ سچی خشوع اور خضوع پیدا کرو۔ اور اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچاؤ انبیاء علیہم السلام بھی دعائیں ہی کیا کرتے تھے۔

دو لشکر ہیں کہ جن کے بیچوں بیچ انسان چلتا ہے۔ ایک لشکر خدا تعالیٰ کا ہے۔ اور دوسرا شیطان کا۔ اگر یہ خدا تعالیٰ کے لشکر کی طرف جھک جاوے۔ اور اس سے مدد طلب کرے۔ تو اس گناہ سے بچایا جاتا ہے جو کہ شیطان کے لشکر کی

وجہ سے اس سے سرزد ہوتا ہوتا ہے۔ اگر خدا کے لشکر کی مدد حاصل نہیں کرتا تو شیطان کے لشکر میں پھنس جاتا ہے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ اس مرض سے بچنے کیواسطے یہانتک کوشش کرے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاوے۔ خدا تعالیٰ سے دوری کا باعث گناہ کا مرض ہی ہے جس نے اس سے بچنے کی کوشش کی وہ خدا سے ملا۔ اور جسنے نہ کی وہ دور رہا۔ گناہ سے بچنے کے دو ہی طریقہ ہیں۔ **اول** یہ کہ انسان خود کوشش کرے لیکن یہ کوشش ناکافی ہوا کرتی ہے۔ **دوم** یہ کہ خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرے یعنی استغفار (جسکے معنے ہیں حفاظت) طلب کرے۔ نماز میں رکوع میں سجود میں۔ اور ہر وقت دعا کرے۔ یہانتک کے ایک پاک زندگی عطا ہو۔ اسی کا نام تزکیہ نفس ہے۔ جب یہ ہو جاتا ہے تو انسان فلاح پاتا ہے۔ اور اپنے سلوک کا انتہا کر دیتا ہے اسکے علاوہ اور جو انعامات اور کرامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدمی کو ملتے ہیں یا وہ سب اس کے فضل سے ملسکتے ہیں۔ جیسے ہر روز اپنی کتاب پر حساب لکھتا ہے اور اسے کبھی نہیں بھولتا اسی طرح مومن کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت اپنا حساب یاد رکھے۔ اور جب گناہ سرزد ہو تو اسکی کشتی کرے۔ اور ہر وقت اس فکر میں رہے کہ گناہ سے بچایا جاوے اس طریق سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔

باقی جو فقیروں کے خود تراشیدہ طریقہ ہیں۔ جن کو دوسرے الفاظ میں بدعات کہہ سکتے ہیں کہ جو چاہا کر لیا۔ ہرگز ماننے کے قابل نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ وظیفوں سے سب کچھ کر سکتے ہیں تو پھر ذرہ ذرہ دنیوی معاملات میں کیوں جھگڑتے ہیں۔ اور ایسی ایسی بکواس کرتے ہیں کہ آدمی بیان بھی نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کا ذکر ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میرے پاس ایک ایسا علم تھا کہ جو چاہتا کر لیتا مگر پھر ایسے وجوہات پیدا ہو گئے۔ کہ غم پر غم پہنچا۔ اور اب غموں میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ غرضکہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں کہ جن کر وقت ضائع ہوتا ہے۔ چونکہ یہ سب شغل خلاف سنت نکلے ہیں اسواسطے سب غضب کی مد میں ہیں۔ انکی مثال ایک پھوڑے کی سی ہے۔ جسکے اندر پیپ بھری ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہ اشغال ہیں کہ اوپر سے تو خوش نظر آتے ہیں۔ مگر اندر کچھ نہیں۔ غرضکہ انسان کو سب کچھ خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنا چاہیئے۔ جب وہ کسی کو کچھ دیتا ہے۔ تو پھر واپس نہیں لیا کرتا۔ یہ لوگ اس تزکیہ سے بہت دور بھاگ جاتے ہیں جو کہ انبیاء کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین دن صرف چار دفعہ دم لیتا ہوں اور میرا بھائی صرف دو دفعہ۔ عام لوگ ایسا کرنیوالے کو آجکل ولی کہتے ہیں۔ اور اس طرح کی دم کشی وغیرہ واہیات باتوں کو جائے فخر سمجھا جاتا ہے۔ درانحالیکہ فخر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے موافقت کرے۔ اور ابدال میں داخل ہو۔ کیونکہ اس سے انسان اور نیکیوں کا وارث ہوتا ہے +

حضرت مسیح موعودؑ } البدر ۵ - جون ۱۹۰۳ء

مسٹر ساگر چند بیرسٹر ایٹ لا لنڈن کا خط حضرت خلیفۃ ثانی کے حضور

جناب حضرت صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اس ہفتہ کی میل سے جو الفضل کی کاپیاں مفتی محمد صادق صاحب کے پاس پہنچیں اُن میں جناب کی نئی تقریر دعا کی قبولیت کی بابت پڑھکر دل بہت ہی خوش ہوا۔ جناب کی اس مضمون پر جو تقریریں پہلے ہو چکیں ہیں ان کا ذکر میں ہیسٹنگ میں اپنے لکچروں میں کر چکا ہوں اور انگریزوں کو بتا چکا ہوں کہ جو اعلیٰ خیالات اُس موقع پر میں نے اُن کو پیش کیئے اور جن کو سن کر اُن کا دل باغ باغ ہو گیا وہ ہماری جماعت کے لیڈر اور میرے ہادی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فضل عمر خلیفۃ المسیحؑ کے لکچرات سے لئے گئے تھے ٭

بندہ کو جناب کی دعاؤں پر بڑا بھروسہ ہے اور التماس ہے کہ جناب اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرماویں کہ میرے دل میں اسلام کیلئے قربانی کی خواہش کو اللہ کوٹ کوٹ کر بھر دے اور میرا تمام کنبہ مسلمان ہو جائے +

کل میں ایک نہایت نیک انگریز لیڈی کے مکان پر ملاقات کے لئے گیا تھا وہ میرے لکچر سُن کر حضرت احمدؑ کی تعلیم پر فریفتہ ہو گئی ہے۔ میں نے اس کو الفضل میں سے جناب کے لکچر کا ترجمہ کر کے سنایا جس کو سُن کر وہ بہت خوش ہوئی۔ ایک اور نوجوان نیک انگریز لیڈی جس کو ہندوستان سے بڑی محبت ہے اور جس کے والدین شملہ میں پیدا ہوئے تھے اور جس کا نام (Miss Blair) مس بلیئر ہے میں نے اُسکو کہا کہ احمدیہ جماعت کی سچائی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کی دعاؤں کو دوسروں کی نسبت زیادہ سُنتا ہے۔ پس میں تمہاری آنکھوں کے لئے دعا کروں گا کہ اللہ تمہاری نظر کو مضبوط کر دے اور تمہیں عینک کی ضرورت نہ رہے یہ میں گویا ہندوستان جانے سے پہلے اپنی یادداشت کے طور پر تمہارے پاس چھوڑ جاؤں گا وہ بہت خوش ہوئی۔ بندہ جناب سے بھی درخواست کرتا ہے کہ یہی دعا جناب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کر دیں۔ کیونکہ اس سے اسلام کی سچائی اس کے دل پر نقش ہو جائیگی اور چونکہ وہ ہر جگہ انگلستان میں بڑا رسوخ رکھتی ہے۔ اور تعلیم یافتوں میں بہت سے دوست رکھتی ہے۔ وہ اسلام کے اس معجزے کو ہر جگہ مشہور کریگی۔ میں نے اس کی ملاقات مفتی محمد صادق صاحب سے کرادی ہے۔

ایک مدراسی نوجوان مسٹر... جو کہ یہاں بیرسٹری پڑھنے کے لئے آیا ہے اور عیسائی ہے۔ انکی ملاقات میں نے مفتی صاحب اور عبد الحی صاحب عرب وغیرہ سے کرادی ہے۔ اور چونکہ ہم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ بات چیت ہمیشہ احمدیہ جماعت کی بابت ہوتی ہے۔ اور چونکہ وہ بڑا اچھا آدمی ہے۔ احمدیہ جماعت سے اسکو بڑی محبت ہو گئی ہے۔ اب وہ قرآن پڑھتا ہے اور امید ہے کہ جلد جماعت احمدیہ میں شریک ہو گا۔

اب میں پھر دو ہفتہ کے لئے ساحل سمندر پر جاؤں گا۔ وہاں مسٹر عبد اللہ کے ساتھ نماز پڑھا کرونگا۔ قاضی عبد اللہ صاحب کی صحت کے لئے بھی جناب سے دعا کے لئے درخواست کرتا ہوں۔ اگر جناب دعا فرماویں تو مشکل نہیں کہ مسٹر اور مسز کلف جلد مسلمان ہو جائیں انکے مسلمان ہونے سے بڑا فائدہ پہنچیگا کیونکہ جس بات سے ان کو محبت ہو اسکی تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ آجکل یہ مذہبوں کے اتفاق کرانے میں لگے ہوئے ہیں اور ایک مذہبوں کی لیگ (League of Religions) کی بابت بہت باتیں کرتے ہیں۔ اور مجھ کو ان سے بڑی محبت ہے۔

اس ہفتہ میں نے کرنل چارلس ایڈورڈ ڈیٹس سے ملاقات کی اور حضرت احمدؑ کی تعلیم کا اس سے ذکر کیا وہ پارلیمنٹ کا ممبر ہے اور ہندوستان کی فوج میں اعلیٰ افسر رہ چکا ہے۔ کل مجھے اس نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - ۲۰ ستمبر ۱۹۱۹ء

احمدیان مالابار کے متعلق پیغام کا انکشاف اور اسکی حقیقت

گذشتہ ایام میں غیر مبائعین کے واعظ حکیم مرہم عیسے کو مالابار جا کر جس قدر ذلت اور رسوائی ہوئی۔ اس سے کہیں بڑھ کر مولوی محمد علی صاحب کو گھر بیٹھے بٹھائے ہو گئی جبکہ انہوں نے یہ بے پر کی اڑائی۔ کہ مالابار کے چار سو احمدی بیعت فسخ کر کے ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس پر جب ہم نے نوٹس لیا۔ تو ایک طرف تو پیغام نے اس کے غلط اور جھوٹے ہونے کا اعتراف کر لیا۔ (دیکھو پیغام صلح ۱۵۔ جون ۱۹۱۹ء) اور دوسری طرف دیگر غیر مبائعین کے علاوہ ان کی انجمن شملہ کے سکرٹری نے یہ لکھ دیا کہ "میں نے اس خبر کو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سے سنا ہے۔" (الفضل ۲۔ اگست) ایک ایسے شخص کے لئے جو اپنے آپ کو چند لوگوں کا مذہبی لیڈر اور راہ نما سمجھتا ہو۔ اسی قدر شرم اور ندامت کافی تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ پیغام کے نزدیک اس میں ابھی کچھ اور اضافہ کی ضرورت ہے چنانچہ ۳۱ اگست کے پرچہ میں "احمدیان مالابار کے متعلق انکشاف" کا عنوان رکھ کر اس نے ہماری توجہ پھر اس طرف مبذول کرائی ہے۔ اور ایک مالاباری طالب علم کے انگریزی خط کے بعض فقرات سیاق و سباق کو چھوڑ کر یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں کہ:-

"مولوی محمد علی صاحب نے تو بقول الفضل صرف چار صد احمدیوں کا ہماری جماعت میں شامل ہونے کا اظہار کیا ہے۔ مگر راقم خط کے الفاظ سے اس سے زیادہ تعداد معلوم ہوتی ہے۔"

اس کے متعلق اول تو ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے بقول الفضل چار صد احمدیوں کا اپنے ساتھ شامل ہونے کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ یہ قول ان کی بارگاہ کے خاص مقرب بابو عبد الحق ہی کا ہے چنانچہ ۲۔ اگست کے پرچہ میں ہم اس کی شہادت شایع کر چکے ہیں۔ اور اصل تحریر ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر ہم پوچھتے۔ جب پیغام پر یہ منکشف ہو گیا تھا۔ کہ چار سو سے بھی زیادہ ان کے ساتھی مالابار میں موجود ہیں تو پھر چار سو کے ساتھ "بقول الفضل" کی جھوٹی شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاف طور پر یہ لکھدیا گیا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے تو ابھی صرف چار صد احمدیان مالابار کا اپنے ساتھ شامل ہونا ظاہر کیا ہے در اصل ان کے ساتھ ملنے والوں کی اس سے بہت زیادہ تعداد مالابار میں موجود ہے۔ جس کا عنقریب اعلان کیا جائے گا۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ ایک طرف تو چار سو کی شمولیت کے اظہار کو بھی "بقول الفضل" بتایا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تعداد موجود ہے۔ یہی بات اس انکشاف کی لغویت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے۔ جن الفاظ پر پیغام نے اپنے اس انکشاف کی بنا رکھی ہے ان کے ہرگز وہ معنے نہیں ہیں۔ جو اس نے کئے ہیں۔ اصل انگریزی الفاظ جو اس نے پیش کئے ہیں یہ ہیں:-

Some hundred fellowers of Kunji ahmad sahib proclaimed to be ahmadis

اور ان کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ

"کنجی احمد صاحب کے کئی سو مریدوں نے احمدیت کو اختیار کیا۔"

لیکن Some hundred کا ترجمہ "کئی سو" نہیں بلکہ "قریباً سو" ہے۔ چنانچہ اگلے فقرہ Some 40 men کا ترجمہ خود ایڈیٹر پیغام نے "قریباً چالیس آدمی" ہی کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جان بوجھ کر دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ تو کہا نہیں جا سکتا۔ کہ ایڈیٹر پیغام جو بی۔ اے ہونے کے علاوہ اپنی قابلیت پر بہت بڑا ناز کیا کرتا ہے۔ اور ابھی سے خواجہ کمال الدین اور مولوی صدر الدین کی ولایت میں قائم مقامی کا عہدہ حاصل کرنے کا استحقاق جتلا رہا ہے۔ اس نے بے علمی اور جہالت سے یہ معنے کئے ہیں۔ یہی کہا جائیگا۔ کہ اس نے محض دھوکہ دینے کے لئے "قریباً سو" کی بجائے "کئی سو" ترجمہ کر دیا۔ تاکہ یہ ظاہر کرے۔ کہ مالابار میں چار سو چھوڑ کئی سو آدمی ان کے ہم خیال موجود ہیں افسوس ایسی قابلیت پر اور تف ایسی ایڈیٹری پر۔

اب باوجود اس کے کہ پیغام کے انکشاف کی حقیقت خوب اچھی طرح کھل گئی ہے۔ ہم اس سے بڑے زور کے ساتھ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس خط کے اس نے چند فقرے شائع کئے ہیں۔ اسے پورا شائع کرے تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ راقم خط نے جو "اصل حال" لکھا ہے وہ کیا ہے۔ اور جن فقرات کو توڑ مروڑ کر پیام اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ ان کے سیاق سباق سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر پیام میں کچھ دیانتداری کا مادہ ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ جس خط کے ایک دو فقروں کو اس نے اپنی تائید میں سمجھ کر شائع کیا ہے اسے پورا پورا شائع کر دے۔

یہ سطور لکھ چکنے کے بعد ہمیں اسی طالب علم کا اردو خط موصول ہوا ہے۔ جس کے انگریزی خط کے بعض فقرات پیام نے شائع کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ خط ہی اخبار میں کسی دوسری جگہ درج کر دیا گیا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ ایڈیٹر پیام نے سخت غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

خطبہ عیدِ اضحیٰ

قربانی وہ ہے جسے خدا قبول کرلے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۶ ستمبر ۱۹۱۹ء

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ط قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ٥ (۵-۳۰)

یہ عید قربانی کی عید کہلاتی ہے۔ عید اضحےٰ بھی اسے کہتے ہیں۔ کیونکہ اسپر قربانیاں کی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک میں اسی کا ترجمہ کرکے اس کا نام بعض لوگوں نے عید قربان رکھ لیا ہے۔ اس عید میں اور اس سے پہلی عید میں جو عید الفطر کہلاتی ہے۔ یہ فرق ہے۔ کہ عید الفطر میں بوجہ اس کے کہ رمضان کا تمام مہینہ طاقت رکھنے والے مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عید کے دن یہ سنت تھی۔ کہ آپ صبح کچھ ناشتہ کرکے عید پڑھنے کے لئے جاتے تھے مگر آج کی عید کے دن کا پہلا حصہ نیم روزہ اور پچھلا حصہ قربانی کا ہوتا تھا۔ اور آپ کی سنت تھی کہ عید پڑھنے سے پہلے کچھ تناول نہ فرماتے تھے . . . . بعد میں جاکر قربانی کے گوشت سے کھاتے تھے۔ اس لئے یہ عید اپنے اندر دو نمونے رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کا ایک حصہ روزے کا اور دوسرا حصہ کھانے کا ہے۔ مگر پہلی عید ایک ہی رنگ رکھتی ہے کہ مہینہ بھر روزے رکھے جاتے ہیں اور اس دن کھایا پیا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ عید بڑی عید کہلاتی ہے۔ اور رمضان کے بعد جو عید آتی ہے وہ چھوٹی۔ یوں تو ان کی بڑائی چھوٹائی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن یہ

یقینی امر

ہے۔ کہ جس شخص نے جس عید پر خدا تعالےٰ کے قرب کی راہ تلاش کی۔ وہی عید اس کے لئے بڑی ہے۔ اور جس عید کا دن یونہی گذر گیا۔ وہ عید اس کے لئے چھوٹی چھوڑ محرم اور ماتم کا دن ہے۔ تو بڑی اور چھوٹی عید نسبتی امر ہے۔ حقیقت میں کوئی نہیں جانتا کہ کونسی عید بڑی ہوگی۔ اور کونسی چھوٹی۔ عموماً چونکہ اس عید پر قربانیاں ہوتی ہیں۔ اور لوگ خوب کھاتے پیتے ہیں اس لئے اس کو بڑی عید کہتے ہیں۔ مگر لوگوں کے اس فیصلہ کے علاوہ اس کے متعلق ہم ایک

خدائی فیصلہ

بھی دیکھتے ہیں۔ لوگوں نے تو اس کا نام بڑی عید رکھا مگر جہالت سے کہ کھانے پینے کا خوب موقع ملتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کو بڑائی کا خطاب ملا ہوا ہے۔ پرانے زمانہ کو تو جانے دو۔ کہ اس میں خدا تعالےٰ نے اس عید کی کیا فضیلت بیان کی ہے اسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا۔ کہ اس عید پر عربی میں خطبہ پڑھنا خدا تعالیٰ تمہاری زبان پر الفاظ جاری کریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو یہ عید ہماری جماعت کے لئے

ایک خاص نشان

ہے۔ کیونکہ اسپر خدا تعالےٰ نے یہ معجزہ دکھایا۔ کہ ایک ہمارے ہی ملک کا باشندہ جو نہ کبھی عرب میں گیا۔ نہ کبھی عالم کہلایا۔ نہ اس نے علم عربی کی خاص طور پر تعلیم پائی۔ اور لوگ مولوی چھوڑ اسے مجلسی آدمی بھی نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس نے سب کو چھوڑ چھاڑ کر گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کی۔ اور لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھا اسپر خدا نے اپنا کلام جاری کیا۔ اور اسنے بغیر کسی قسم کی تیاری اور عربی زبان میں تقریر کرنے کی مشق کے ایک لمبے عرصہ تک تقریر کی۔ جو ایسی شستہ اور فصیح تھی کہ جس کو اس ملک والے بھی دیکھ کر حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔ جن کی مادری زبان میں وہ کیگئی۔ اور ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کہ اگر قرآن کریم کے بعد آسانی اور سہولت سے کوئی عبارت حفظ ہوسکتی ہے۔ تو یہی تقریر ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے فرمائی۔ یہ حفظ کرنے کے لئے اقرب ہے۔ کہ وہ دن جسمیں کی گئی تھی۔ ابھی ڈوبا نہیں تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اس کے فقرے گلیوں میں دوہراتے پھرتے تھے۔ وجہ یہ کہ ایسی مقفیٰ اور مسجع ہے۔ کہ بہت آسانی سے یاد ہوسکتی ہے۔ اسوقت میری عمر بارہ برس کے قریب تھی۔ اور کئی بچے مجھ سے بھی چھوٹی عمر کے تھے۔ مجھے یاد ہے۔ ہمیں اس تقریر کے کئی فقرے یاد ہوگئے تھے۔ اور تقریر کرنے کے وقت کے نقشہ کا ایسا اثر تھا۔ کہ بغیر اس بات کے علم کے کہ سواری کا پڑھنے کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے۔ ہم دیواروں کو گھوڑا بنا لیتے اور فقرات کو پڑھتے۔ اور ہم سمجھتے کہ سواری سے ان فقرات کو خاص مناسبت ہے۔ تو بلحاظ اس کے کہ اس عید کو ہماری جماعت کے ساتھ یہ

خاص خصوصیّت

ہے کہ اسپر خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ایک بہت بڑا معجزہ دکھایا۔ ہمارے لئے یہ بڑی عید ہے پھر اس لحاظ سے بھی بڑی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور تمام برائیوں کے حاصل کرنے کے لئے

نفس کی قربانی

ضروری ہوتی ہے۔ اس عید پر نفس کی قربانی کی طرف اشارہ ہے۔ اور مال کی قربانی کرائی جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بتایا ہے۔ بڑائی چھوٹائی نسبتی امر ہے۔ اور جس سے کوئی فائدہ اٹھائے۔ وہی اس کے لئے بڑی ہے تاہم چونکہ اس عید میں قربانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس لئے جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ اسے بڑا کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک طرف تو قربانی کی حقیقت اور اس کا نفع اور فائدہ بتایا گیا ہے۔ اور دوسری طرف اس سے . .. اس قربانی کی طرف توجہ دلائی گئی

ہے۔ جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ۔

دنیا میں لوگ معمولی معمولی باتوں کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر چاہتے ہیں۔ کہ ان کا

نام مشہور

ہو جائے۔ مثل مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ کوئی عورت تھی اس نے انگوٹھی بنوائی۔ عورتوں کو دکھانے کے لئے وہ اس انگلی سے جس میں انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ باتوں باتوں میں اشارے کرتی۔ مگر اتفاق کی بات ہے۔ کسی نے نہ دیکھی۔ اسپر اس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ جب عورتیں اس کے پاس ہمدردی کرنے کے لئے آئیں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کچھ بچا بھی یا سب کچھ جل گیا۔ اس نے کہا۔ اور تو کچھ نہیں بچا۔ صرف یہ انگوٹھی بچی ہے۔ اسپر جیسا کہ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ نئے کپڑے یا زیور کو دیکھ کر بے اختیار بول اُٹھتی ہیں کہ کب بنوایا ہے۔ کسی عورت نے اس سے پوچھا کہ بہن تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی ہے۔ اس نے کہا۔ یہ سوال اگر کوئی مجھ سے پہلے کرتی۔ تو میرا گھر ہی کیوں جلتا۔ تو شہرت لوگوں کو اتنی مطلوب ہوتی ہے۔ کہ ناجائز رنگ میں بھی اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو جائز شہرت اور عزت خدا نے دی ہو۔ اس کے متعلق تو خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث کہ اللہ نے جو تجھ پر انعام کیا ہے۔ اس کو بیان کر۔ اور لوگوں کو بتا۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا کتنا بڑا۔ مگر اس کے ساتھ لا فخر۔ لا فخر بھی آپ فرماتے رہے۔ تو بڑائی اور عزت۔ شہرت اور رتبہ خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت۔ خدا تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت۔ خدا تعالیٰ کے احسانوں میں سے ایک احسان ہے۔ اور خدا تعالےٰ جب کسی پر اپنا فضل کرتا ہے۔ تو اس کو عزت بھی ساتھ ہی دیدیتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ کوئی شخص ذلیل بھی ہو۔ اور خدا کا پیارا بھی کیونکہ

خدا کے قرب کی علامتوں میں سے ایک علامت

یہ بھی ہے۔ کہ انسان مکرم اور معزز ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ کہ تم میں سے اکرم وہی ہے۔ جو اتقا ہے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اتقا کو مکرم قرار دیا ہے وجہ یہ کہ

عزّت اور تقویٰ

ایسی لازم و ملزوم چیزیں ہیں کہ کبھی جدا ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور ذلت ہمیشہ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے ہی آیا کرتی ہے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا کے نافرمان لوگ بظاہر دنیا کی عزت والے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ ہے کہ جو خدا کا مقرب ہو۔ وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ یہ تو ہو گا کہ ان لوگوں کو بظاہر عزت مل جائے۔ جو متقی اور نیکوکار نہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو گا۔ کہ کوئی متقی ہو۔ اور اسے حقیقی عزت حاصل نہ ہو۔ تو عزت و توقیر خدا کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے۔ اور انسان چاہتا ہے۔ کہ اُسے عزت اور شہرت حاصل ہو۔ اس عید پر خدا تعالےٰ نے بتایا ہے۔ کہ دیکھو حضرت اسمٰعیل کو جب حضرت ابراہیم نے قربان کیا۔ اسوقت پر ہزاروں سال گذر گئے ہیں۔ مگر آج تک ان کا نام عزت و توقیر سے لیا جاتا ہے۔ اور ان کو ایسی عزت اور شہرت حاصل ہو گئی ہے کہ جو کبھی مٹ نہیں سکتی۔ پس جب لوگ معمولی معمولی عزتوں کے لئے جانیں دے دیتے۔ مثلاً لڑائیوں میں لوگ جانیں دیتے ہیں کہ عزت اور ناموری حاصل ہو۔ مگر کب تک یاد رہتے ہیں۔ بہت ہی قلیل عرصہ تک۔ اسی لڑائی میں دیکھ لو۔ ابھی سے یہ بحث ہو رہی ہے کہ سب سے بڑا تمغہ اس لڑائی میں سب سے پہلے کس نے حاصل کیا تھا۔ گویا اتنے تھوڑے عرصہ میں یہ بھی یاد نہیں رہا۔ تو دنیا کی عزت جس کی یہ حالت ہے۔ اسکے لئے جب جانیں قربان کی جاتی ہیں تو سوچنا چاہیئے کہ

خدا کی طرف سے عزت

حاصل کرنے کے لئے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ کسقدر قربانی ہونی چاہیئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ کے لئے جو قربانیاں کی جاتی ہیں ان کا نام تو قربانیاں ہوتا ہے۔ مگر در اصل خدمتیں ہیں۔ جنکے معاوضے ملنے ہوتے ہیں۔ کیونکہ قربانی تو اسکو کہتے ہیں کہ بغیر کسی معاوضہ کے کوئی کام کیا جائے۔ گو بندہ خدا تعالیٰ سے سودا کر کے قربانی نہیں کرتا۔ مگر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو انسان خدا کے لئے قربانیاں کرتا ہے۔ اسے اس کے بدلہ میں اس قدر انعام ملتے ہیں۔ کہ جن کی کوئی حد نہیں رہتی۔ اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ خدا کے لئے جو قربانیاں کی جاتی ہیں۔ وہ قربانیاں ہوتی ہیں۔ بلکہ انہیں معمولی سے معمولی خدمتیں بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انکے بدلے میں بہت بڑا معاوضہ اور اجر ملنا ہوتا ہے۔ تو خدا کے لئے جو قربانی کی جاتی ہے۔ گو اس کا

نام قربانی

ہی ہے۔ لیکن یہ بھی محض خدا کا فضل اور احسان ہے۔ کہ بندہ اپنی عزت اور مرتبے کے بلند ہونے کے لئے جو کام کرتا ہے اس کا نام قربانی رکھ دیا گیا ہے۔ ورنہ وہ معمولی خدمت بھی کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کے لئے جو قربانیاں کی جاتی ہیں۔ خواہ وہ نفس کی ہوں یا مال کی۔ وہ درحقیقت خدمتیں ہیں۔ کہ جن کے بدلے بہت بڑھ چڑھ کر ملتے ہیں۔ اور اسقدر ملتے ہیں کہ وہ قربانیاں خدمات کہلانے کی بھی مستحق نہیں ہیں۔ بہت لوگ اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اور دین کا کوئی کام کر کے کہتے ہیں۔ ہم نے یہ قربانی کی ہے۔ حالانکہ وہ قربانی کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔ قربانی تو یہ ہے کہ ایک شخص ڈوب رہا ہو۔ انسان اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر اسے نکال لائے۔ یا ایک پیاسا ہو اسے اپنا پانی دیدیا جائے۔ گو جب کسی کو احتیاج ہو۔ اور اپنے مفاد کو نظر انداز کر کے اس کی مدد کی جائے۔ تو اس کو قربانی کہا جاتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کو تو کسی قسم کی احتیاج نہیں ہے اور نہ اسکو کسی کی امداد کی ضرورت ہے۔ ایک ڈوبنے والا یہ نہیں کہتا ہے کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے لیکن خدا تعالےٰ کو تو کسی کی پروا نہیں ہے۔ بلکہ وہاں تو

یہ فیصلہ ہوتا ہے۔ کہ فلاں نے جو میرے نام سے کام کیا ہے۔ اسے قبول کیا جائے۔ یا رد کر دیا جائے چنانچہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے۔ اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ دو آدمیوں نے قربانی کی۔ جنہیں سے ایک کی قبول کر لی گئی۔ اور دوسرے کی رد کر دی گئی۔ تو خدا تعالیٰ کے حضور اور ہی رنگ ہے۔ قربانی تو یہ ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے کی خاطر خود تکلیف اٹھا کر کوئی کام کرتا ہے اور دوسرا اس کا ممنون احسان ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے لئے جو قربانی کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق وہ فیصلہ کرتا ہے کہ قبول کروں یا رد کروں۔ پس یہ دراصل

قربانی نہیں بلکہ خدمت

ہوتی ہے۔ جو انسان اپنے ہی فائدہ اور نفع کے لئے کرتا ہے۔ اور اس کو قربانی اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کا نام قربانی رکھا ہے۔ پس جس کسی کو

دین کی خدمت

کرنیکا کوئی موقعہ ملے۔ اسکو اسپر کوئی گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی خدمت کے متعلق تو ابھی یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ خدا کے حضور وہ قبول ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دین کی کوئی خدمت کر کے یہ خیال کیا کہ ہم بھی کچھ کر رہے اور کچھ کر سکتے ہیں وہ تباہی کے گڑھے کے کنارے نہیں۔ بلکہ گڑھے میں گر گئے۔ اور ہمیشہ کی تباہی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں۔ ان میں آدم کے دو بیٹوں کا ذکر ہے۔ یہ کوئی خاص بیٹے نہیں۔ کوئی ہوں۔ ان دونوں نے خدمت یعنی قربانی کی۔ جنہیں سے ایک کی رد ہو گئی۔ اور دوسرے کی قبول ہو گئی۔ اور معزز و مکرم وہی ہوا۔ جس کی قربانی خدا تعالیٰ نے قبول کر لی۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے قربانیاں کی ہیں۔ اور اسپر فخر کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے۔ کہ صرف قربانیاں کرنا قابل فخر بات نہیں ہے۔ یوں تو ہابیل بھی کہتا تھا۔ کہ مینے قربانی کی ہے۔ لیکن کیا وہ اس کے لئے

قابل فخر قربانی

تھی۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ کہنا کہ میں نے فلاں قربانی کی ہے۔ کوئی عزت اور فخر کی بات نہیں ہے۔ کیا آدم کا وہ بیٹا جس کی قربانی خدا تعالےٰ نے قبول نہ کی۔ معزز و مکرم ہوا یا ذلیل و خوار۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ وہ ذلیل ہی ہوا۔ تو محض قربانیاں کرنا کوئی فخر اور عزت کی بات نہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ کا کسی قربانی کو قبول کر لینا فخر اور عزت ہے۔ اگر ایک شخص بہت بڑی قربانیاں کرتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں۔ تو اس کے لئے کوئی فخر نہیں لیکن اگر کوئی شخص ایک پیسہ کی قربانی کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے ہاں قبول ہو جاتی ہے۔ تو یہی اس کے فخر کا باعث ہے۔ تو اس عید پر اس لئے فخر نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ قربانی کرنے سے عزت حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ قربانی قبول ہونے سے عزت ملتی ہے۔ چونکہ ہمارا سلسلہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہے۔ اور اس میں داخل ہونیوالوں کو بھی بڑی بڑی قربانیاں کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کے لوگوں کو خوب اچھی طرح خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی قربانی کر دی ہے اسوقت تک عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ خدا تعالیٰ قبول نہ کر لے۔ ہاں جب خدا تعالیٰ قبول کر لے۔ تو اسوقت عزت حاصل ہوتی ہے۔ اور جب خدا قبول کر لیتا ہے۔ تو پھر بندہ اسپر فخر نہیں کرتا۔

ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں۔ خدا تعالےٰ

دو آدمیوں کا ذکر

کرتا ہے کہ دو نے قربانی کی تھی۔ انمیں سے ایک کی قبول ہو گئی اور دوسرے کی رد کر دیگئی۔ جس کی قبول ہوئی اس کا تو کوئی فقرہ نقل نہیں کیا گیا۔ لیکن جس کی رد کیگئی۔ اس کے متعلق فرماتا ہے کہ اس نے دوسرے کو کہا۔ میں تجھے مار دونگا۔ گویا اس طرح وہ اپنی قربانی جتلاتا ہے۔ اس کے جواب میں دوسرا اپنی قربانی کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہی کہتا ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ یہ کیا بیہودگی ہے کہ تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی اس لئے تم اور الٹا کام کرنے لگے ہو۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ اور زیادہ عجز اور انکسار اختیار کرتے نہ کہ مجھے قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو اتقا کی حدود سے بالکل باہر نکل جاؤ گے۔ اور پھر تمہاری قربانی کبھی قبول نہ ہو سکیگی۔ جو حالت اس شخص کی ہوئی۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کی ہوتی ہے۔ ان کے سپرد جب کوئی دین کا کام ہوتا ہے۔ تو پھر کہتے ہیں کہ فلاں کو تو خدمت کا یہ بدلا ملا تھا۔ ہم کو نہیں ملا۔ ایسے لوگوں کو ان دو شخصوں کی مثال پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے۔ کہ عزت۔ رتبہ اسی کو حاصل ہوتا ہے۔ جسکی قربانی قبول ہو اور اگر قربانی رد ہو جائے۔ تو پھر کچھ نہیں ملتا۔ پس

صرف قربانی پر فخر کرنا

ایک مرض ہے۔ ایک زہریلا کیڑا ہے۔ ایک قسم کا دق ہے جس سے بہت ممکن ہے کہ انسان ہلاک ہو جائے۔ اور جب تک کوئی یہ نہ سمجھے کہ مینے جو کچھ کیا ہے۔ وہ محض خدا کے فضل سے کیا ہے۔ اور وہ قربانی نہیں۔ بلکہ خدا کا فضل ہی ہے۔ اس وقت تک اس کو عزت نہیں مل سکتی۔ بلکہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

اسوقت دیکھو ہمارے مقابلہ میں بعض ایسے لوگ کھڑے ہو گئے۔ جنھوں نے دعویٰ کیا کہ چونکہ ہم نے بڑی بڑی نوکریاں اور بڑے بڑے فوائد چھوڑے اور ہم نے قربانیاں کی ہیں۔ اس لئے ہم عزت کے قابل ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے۔ کہ محض قربانی کرنے سے کسی قسم کی عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ قبول نہ ہو جائے۔ اگر ایک شخص نے ایسی قربانی کی جو نظر نہ آئے۔ مگر خدا نے اس کو قبول کر لیا۔ تو اسی کو عزت ملیگی۔ لیکن اگر بظاہر کسی نے بہت بڑی قربانی کی۔ اور وہ قبول نہ ہوئی۔ تو ہرگز اُسے عزت حاصل نہ ہوگی۔ تو ظاہری قربانیوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ قربانی وہی ہوتی ہے۔ جسکو خدا تعالےٰ قبول کر لے۔

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو دین کی خدمت کرنے کا موقع دے۔ اور انہیں قربانی کی رُوح پیدا کرے۔ اور وہ اسکو خدا کا احسان اور فضل سمجھیں۔ تاکہ خدا تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول کرے۔ آمین

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک یہودی فاضل سے گفتگو

جیکب جوڈا جس کا ذکر مسٹر ڈیوڈ نے کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ پونہ میں ایک فاضل یہودی رہتا ہے۔ فارسی بہت اچھی بولتا ہے۔ اور اب بابی طریقہ اختیار کرنے لگا ہے اتفاقاً یہودی مذکور بمبئی آیا۔ ایک روز بہت سے لوگوں کے مجمع میں مجھ سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

یہودی مذکور نے مجھ سے کہا کہ احمد قادیانی کی نبوت اور ان کی صداقت کے کیا دلائل ہیں۔ مجھے تورات سے بتائیں۔ میں اس کے سوا اور کسی کتاب سے دلیل نہیں چاہتا۔

میں نے کہا کہ حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کی نبوت اور آپ کی صداقت کے وہی دلائل ہیں۔ جو دیگر انبیائے بنی اسرائیل اور خصوصاً حضرت موسیٰ ع کی نبوت کے ہیں۔ یہودی مذکور نے کہا۔ ہر نبی اپنے بعد کے آنے والے نبی کی خبر دیتا آیا ہے۔ کہ میرے بعد فلاں نبی ہو گا۔ اور اس کا نام یہ ہو گا۔ اور فلاں مقام پر پیدا ہو گا۔ اور فلاں فلاں کام کرے گا۔ اس پر ہمارے مکرم سید بشارت احمد صاحب نے (جو کہ اس وقت بمبئی میں موجود تھے) کہا کہ اس قاعدہ کی رو سے تو قرآن مجید سے ثبوت طلب کرنا چاہیئے نہ کہ تورات سے۔ سید صاحب کا یہ کہنا بالکل باموقعہ اور معقول تھا لیکن یہودی مذکور کو تا بخانہ پہنچانے کے لئے میں نے کہا کہ میں تورات سے بھی انشاء اللہ اسی وقت آپ کے مطالبہ کو پورا کر دوں گا۔ مگر پہلے میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اسی معیار کے رو سے حضرت موسیٰ ع کی نبوت ثابت کر سکتے ہیں۔ اگر ثابت کر سکتے ہیں تو بتائیں۔ حضرت موسےٰ ع کے پہلے کس کتاب میں حضرۃ موسےٰ کی آمد کا ذکر ہے۔ اور کس نبی نے حضرت موسیٰ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد ایک نبی ہوگا جس کا نام موسیٰ ہو گا۔ اور جس کی والدہ کا نام فلاں اور والد کا فلاں نام ہو گا۔ اور فلاں شہر میں ہو گا۔ فلاں فلاں کام کرے گا۔ وغیرہ۔ اگر آپ نہیں دکھا سکتے تو کیا آپ یہ اقرار کر لینگے۔ کہ موسیٰ ع نبی نہیں تھے۔ یہودی مذکور نے مجبور ہو کر کہا۔ کہ حضرت موسیٰ کی نبوت تو مسلم ہے۔ میں نے کہا اگر حضرت موسیٰ کی صداقت ان کے معتقدین کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لئے وہ نبی ہیں۔ تو حضرت احمدؑ قادیانی کی صداقت اور نبوت بھی ان کے متبعین کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لئے آپ بھی نبی ہیں۔ غرض کہ یہودی مذکور کے لئے حضرت موسیٰ کی نبوت ثابت کرنا سخت مشکل امر ہو گیا۔ مجبور ہو کر کہنے لگا کہ ہم تو احمد قادیانی کی نبوت کے دلائل سننے کے لئے آئے تھے۔ لیکن آپ مجھ سے موسےٰ کی نبوت کے دلائل پوچھنے لگے۔ میں نے کہا کہ ایک صادق نبی کی نبوت کے کیا دلائل ہوتے ہیں پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ پھر انہیں دلائل اور معیار پر ہر ایک مدعی نبوت کو جانچنا چاہیئے۔ جب تک آپ کو یہ معلوم نہ ہو۔ کہ سچے نبی کے علامات کیا ہیں اور جھوٹے کے کیا۔ اس وقت تک آپ صادق اور کاذب میں کسطرح فرق کر سکتے ہیں۔ میں نے تو آپ کو موقعہ دیا اور احساناً آپ کی آسانی کے لئے یہ کہا کہ جن دلائل سے آپنے حضرت موسےٰ ع اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کو صادق مانا ہے۔ انہی دلائل پر حضرت احمدؑ قادیانی علیہ السلام کو بھی جانچ لیں۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ معیار نبوت پیش کرتے۔ اگر اس معیار پر حضرت احمد قادیانی کی نبوت میں ثابت نہ کر سکتا۔ تو آپ مجھے الزام دیتے۔ مگر آپنے تو وہ بات کہی جس سے حضرت موسیٰ ع کی نبوت ہی کا ثبوت دینا آپ کو مشکل ہو گیا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوۃ کے دلائل معلوم نہیں۔ اور نہ دوسرے انبیائے بنی اسرائیل کے۔ اس پر دوسرے لوگوں نے اور ایک اور یہودی اور مسٹر ڈیوڈ نے اس یہودی سے کہا کہ آپ کیوں نہیں حضرت موسیٰ کے یا کسی اور نبی کی نبوت کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ جبکہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہم انہی معیار پر حضرت احمد قادیانی کی نبوت ثابت کرینگے۔ لوگوں کے کہنے پر یہودی مباحث نے کہا کہ موسیٰ اکیلا تھا۔ اور فرعون اور اس کے سارے ملک کے لوگ اس کے دشمن تھے۔ اور قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن موسیٰ ان کے مقابلہ میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا یہ معیار آپ کا ایک معنی میں صحیح ہے۔ اور خدا کے فضل سے میں اس معیار پر حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کی نبوت ثابت کروں گا۔ لیکن مزید تشریح کے لئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کامیابی سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا فرعون اور فرعونیوں کے خوف سے دن کو نہیں بلکہ پوشیدہ رات کو اور تنہا نہیں بلکہ جماعت رکھتے ہوئے جماعت سمیت بھاگ جانے کا نام کامیابی اور نبوت ہے۔ اگر اس کا نام کامیابی اور نبوت ہے۔ تو کیا ہر وہ جرنل جو کہ دشمن کے خوف سے میدان چھوڑ کر اکیلا نہیں۔ بلکہ فوج لے کر راتوں رات بھاگ جاتا ہے وہ نبی اور کامیاب نبی ہے۔ اگر کہا جائے کہ فرعون کے قبضہ سے بنی اسرائیل کو نکال لانا ہی گو وہ چھپکر اور پوشیدہ طور سے ہی کیوں نہ ہو۔ کامیابی اور نبوت ہے۔ تو کیا ہر بھاگنے والے کو کامیاب اور نبی کہا جائے گا۔ اگر ہم قبول بھی کریں۔ کہ بنی اسرائیل کو پوشیدہ طور سے راتوں رات بھگا لانے میں حضرت موسیٰ نے جائز کامیابی حاصل کی تھی۔ تو مگر یہ کامیابی بھی دلیل نبوت نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت امر دیگر ہے۔ اور اپنی قوم کی حمایت امر دیگر اگر کامیابی سے یہ مراد لی جائے۔ کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو بادشاہ بنا دیا۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو چالیس سال تک ایک جنگل میں حیران اور سرگردان چھوڑ دیا۔ اور خود وفات پا گئے۔ پس اگر نبوت کا مذکورہ بالا مفہوم ہے۔ تو حضرت موسیٰ کے علاوہ دیگر انبیائے بنی اسرائیل کی نبوت بھی ثابت ہونی مشکل ہے۔

یہودی فاضل نے کہا۔ یہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ موسےٰ ع اکیلا تھا۔ اور فرعون اور سارے فرعونی اس کے مخالف تھے۔ اور جان کے دشمن تھے۔ لیکن باوجود سخت مخالفت کے موسیٰ کے ساتھ ایک جماعت ہو گئی

بینے کہا۔ دیکھئے۔ اس معیار کی رو سے حضرت احمد قادیانی کی نبوت ثابت ہے۔ حضرت احمد قادیانی اکیلے تھے۔ اور خدا نے اس حالت میں ان سے کہا کہ میں تجھے ایک جماعت دوں گا۔ اور دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور تیری مخالفت بھی سخت ہوگی۔ چنانچہ یہ نبوت پوری ہوئی۔ ایک بڑی جماعت خدا نے آپ کو دی۔ دور دور سے لوگ تمام روکوں کو ہٹاتے ہوئے کشاں کشاں آپ کی خدمت میں آئے۔ اور مخالفت بھی ایسی سخت ہوئی جسکی نظیر سوائے نبیوں کے زمانہ کے اور کسی زمانہ میں نہیں ملتی ہے۔ جس طرح موسیٰ کے قتل کا فتویٰ دیا گیا یہاں بھی دیا گیا۔ موسیٰ کے خلاف فتوے قتل دینے والا ایک فرعون تھا۔ لیکن حضرت احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ قتل دینے والے سینکڑوں علماء تھے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ مکہ تک کے علماء سے کفر و قتل کا فتویٰ منگوایا گیا۔ قتل کے لئے لوگ آمادہ بھی ہوئے۔ حملہ بھی کیا۔ لیکن احمد قادیانی چونکہ سچے نبی تھے۔ اس لئے خدا نے انکو بچایا۔ کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاویگا۔ علاوہ بریں پاکبازوں کی ایک جماعت بنانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسقدر دقت نہیں اٹھانی پڑی جتنی کہ حضرت احمد قادیانی کو۔ کیونکہ بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے تنگ آگئے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح فرعون کے ظلم سے رہائی پائیں۔ اگر اسوقت ایک نبی کے سوا کوئی اور بھی ہوتا۔ اور فرعون کے ظلم سے بچانے کا ان سے وعدہ کرتا۔ تو وہ اسی کے ساتھ ہو جاتے لیکن حضرت احمد قادیانی کے ساتھ جو لوگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے دنیاوی چین اور آرام کی زندگی کو چھوڑ کر حضرت احمد قادیانی کی بیعت اختیار کی ہے۔ پس یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔ اور حضرت موسیٰ کے معجزے میں اور حضرت احمد قادیانی کے معجزے میں ایک امتیازی فرق ہے۔ کیونکہ اول الذکر جماعت تختۂ مشق ستم تھی۔ اور ایک ظالم بادشاہ کے ماتحت ذلیل ترین دکھ کی زندگی گزار رہی تھی کہ موسیٰ کے ذریعہ بچنے کا سہارا پاکر موسیٰ کے ساتھ ہو گئی۔ لیکن آخر الذکر جماعت کسی ظالم بادشاہ کے ماتحت نہیں تھی۔ اور نہ کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا تھی۔ بلکہ عالی قدر مراتب آرام سوتی تھی۔ لیکن اس نے خدا کے لئے حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کو قبول اور فرعون سے بیشتر علماء کا تختۂ مشق ہونا گوارا کیا۔ پھر اگر حضرت موسیٰ نے اول الذکر جیسی چند ہزار لوگوں کی جماعت بنائی۔ تو حضرت احمد قادیانی نے آخر الذکر جیسی چند لاکھ انسانوں کی جماعت بنائی۔ پس اگر اس معیار کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ضرور نبی ہیں۔ تو اسی معیار کی رو سے حضرت احمد قادیانی نبی ہیں۔ اور لاریب نبی ہیں۔

یہودی فاضل نے اس معیار کو چھوڑ کر دوسرا معیار پیش کیا کہ نبی وہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے ہزاروں لوگ اپنی جان دیں۔ میں نے کہا۔ اگر یہ معیار سچ ہے۔ تو توریت سے بتائیے کہ حضرت موسیٰ کی زندگی میں حضرت موسیٰ کے لئے کتنے ہزار لوگوں نے جانیں دیں۔ اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل مثلاً ایلیا۔ ذکریا۔ یرمیاہ۔ حبقوق وغیرہ میں سے وہ کون کون سے نبی ہیں۔ جن کے لئے ہزاروں لوگوں نے اپنی جانیں دیں۔ دراصل پروانہ کی طرح جس نبی پر لوگوں نے شوق سے اپنی جانیں فدا کی ہیں۔ وہ ایک ہی نبی نبیوں کا سردار ہے۔ جس کا نام نامی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جسکے متبعین نے یہ نہیں کہا۔ کہ تم جاؤ اور تمہارا خدا جائے۔ بلکہ یہ کہا۔ انا نقاتل عن یمینک وعن شمالک۔ توراۃ کی رو سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ہر ایک نبی کے لئے ہزاروں نے اپنی جانیں دیں۔ معیار نبوت اسی کو کہتے ہیں۔ جو کہ ہر نبی پر صادق آئے۔ دنیا میں ایسے سینکڑوں غیر نبی انسان ہوئے ہیں۔ جنکے لئے لوگوں نے اپنی جانیں قربان کر دی ہیں۔ تو کیا وہ سب نبی ہو جاینگے۔ لیکن اس رنگ میں بھی حضرت احمد قادیانی خالی نہیں ان کے لئے بھی لوگوں نے اپنی ایسی جانیں قربان کی ہیں جو کہ ہزاروں جانوں سے زیادہ قیمتی تھیں۔ اور کسی دنیاوی مفاد کے لئے نہیں۔ بلکہ محض رضاء الٰہی کے لئے حضرت احمد قادیانی کو قبول کرنیکی وجہ سے شہادت اختیار کی ہے۔ اور وہ قتل یا وہ شہادت بیشک دلیل نبوت ہے جو کہ کسی نبی کی پیشگوئی کے مطابق واقع ہو۔ جیسا کہ کابل میں ہوا۔ اور دو بزرگ حضرت اقدس احمد قادیانی کے لئے شہید کئے گئے۔ یہودی فاضل نے جھنجھلا کر مجھے کہا۔ افسوس ہے۔ کہ آپ مجھے کوئی دلیل نہیں دیتے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوا۔ آپ یہ بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ دلیل کسے کہتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک دلیل صرف اسی کا نام ہے۔ کہ توراۃ سے کوئی پیشگوئی دکھائی جائے۔ تو وہ بھی سن لیجئے دانیال کی جو مشہور پیشگوئی ہے۔ وہ حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کے لئے ہے۔ اور علاوہ اسکے یسعیاہ باب ۱۱ آیت ۴ میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ "وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو ماریگا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے کافروں کو فنا کریگا"۔ پس احمد قادیانی یسعیا کا وہی موعود نبی ہے۔ جس نے لکڑی کی لاٹھی سے نہیں بلکہ منہ کی (کلام کی) لاٹھی سے باطل پرستوں کو بڑی مار ماری ہے۔ اور تلوار کے ہلانے سے نہیں۔ بلکہ اپنے لبوں کی جنبش سے آتھم۔ لیکھرام وغیرہ جیسوں کو فنا کیا ہے۔ اور اس کا پُر زور دبدبہ اثر دم سمندروں کو چیرتا ہوا دوسری دنیا یعنے امریکہ میں جا پہنچا اور ڈوئی جیسے اکفر کو بیدم کیا ہے۔

مسٹر جیکب نے کہا۔ کہ اس پیشگوئی کا مصداق بابی مذہب کا بانی کیوں نہیں ہو سکتا ہے۔ اس نے بھی دعویٰ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اولاً تو آپ اس کی اپنی کتاب سے اس کا دعوے دکھا نہیں سکتے۔ دوسرے یہ کہ بفرض محال آپ دکھا بھی دیں تو اس پیشگوئی میں ہے کہ منہ کی لاٹھی سے زمین کو ماریگا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے کافروں کو فنا کرے گا۔ لیکن باب یا بہاء اللہ نے تمام باطل مذاہب کے مقابلہ میں علم کلام کی لاٹھی نہیں چلائی۔ اور نہ ان کے لبوں کے دم سے کوئی کافر فنا ہوا۔ بلکہ وہ خود مارے گئے۔ اور توراۃ ہی کا یہ مقرر کردہ معیار ہے۔ کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور مارا جائیگا۔ پس توراۃ ہی کے رُو سے باب اور بہاء اللہ وغیرہ کاذب ثابت ہو گئے۔ یہودی فاضل کو اور کوئی معیار پیش کرتے یا اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ آخر میں کہہ دیا۔ کہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

الراقم

حکیم خلیل احمد

از بمبئی

پیغامِ صلح کی کذب بیانی

پیغام صلح مورخہ ۱۳ و ۱۷۔ اگست میں ایک مضمون بعنوان "احمدیان مالابار کے متعلق انکشاف" میری نظر سے گذرا۔ جسمیں میرے ایک انگریزی خط سے اقتباس کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ:۔

"مولوی محمد علی صاحب نے تو بقول الفضل صرف چار صد احمدیوں کا ہماری جماعت میں شامل ہونے کا اظہار کیا ہے۔ مگر راقم خط (یعنی اس عاجز) کے الفاظ سے اس سے زیادہ تعداد معلوم ہوتی ہے"

یہ الفاظ پڑھ کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ کیونکہ میرے انگریزی الفاظ سے جو پیغام نے درج کئے ہیں۔ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیغامی اصحاب مالابار میں چار صد سے زیادہ ہیں۔ میرے انگریزی الفاظ کا مفہوم صرف یہ ہے کہ:۔

"کنجی احمد صاحب کے قریباً سو مریدوں نے احمدیت کا اظہار کیا۔ لیکن قادیان شریعت سے مولویوں کے آنے پر قریباً چالیس آدمی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے فریق میں شامل ہو گئے"

اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں نکل سکتا۔ کہ کنجی احمد کے مرید چار صد سے زیادہ ہیں۔ میرے صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ مطلب نکالنا جس سے ناظرین پیغام کو دھوکہ لگ جائے۔ غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ خط جس کا ذکر پیغام نے کیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کو لکھا تھا۔ اور اسمیں میں نے یہ نہیں لکھا کہ کنجی احمد صاحب کے ساتھی مبائعین حضرت خلیفہ ثانی تھے۔ ہاں یہ لکھا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے احمدیت کا اظہار کیا تھا۔

بقول پیغام مورخہ ۲۸۔ مئی ۱۹۱۹ء کہ ان کی "جماعت یہاں بہت بڑی ہے۔ اور ان میں سو اکس کے قریب محمودی ہیں" پڑھنے کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھا تھا کہ اب میرے تجربہ میں آچکا ہے۔ کہ آپ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ وغیرہا۔ جو کچھ میں نے لکھا تھا میرے نزدیک وہ سب درست ہے۔ اور خود پیغام صلح نے ۱۳ اگست کے پرچہ میں اعتراف کیا ہے کہ میں نے "اصل حال کچھ دیا ہے" افسوس پیغام نے میرے خط کا صرف ایک حصہ شائع کیا ہے۔ اگر پورا خط شائع کرتے۔ تو معلوم ہو جاتا کہ میرا خط یا تو صحیح طور پر اس نے سمجھا نہیں یا جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

پیغام نے ایک یہ بھی الزام مجھ پر لگایا ہے کہ میں نے انہیں سخت گالیاں دی ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کیا اگر واقعی ایک شخص جھوٹ بولے تو اسے جھوٹا کہنا یا اگر کوئی ڈاکہ مارے۔ تو اسے ڈاکو کہنا بھی ان کے نزدیک گالیاں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں وہی جواب دیتا ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنے مخالفوں کو دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیانِ واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے" (ازالہ اوہام)

ایں۔ حامد احمدی از کنانور (مالابار)

قاضی فضل احمد لدھیانوی کی غلط بیانی

روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۱۹ء میں قاضی فضل احمد کا ایک مضمون بعنوان "مسلمانوں کی فتح اور مرزائی احمدیوں کی ہزیمت" شائع ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ قاضی صاحب نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے از حد غلط بیانی سے کام لیا ہے جس کی تردید ضروری اور لازمی ہے

(۱) قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ موضع ملود میں جو بحث ہوئی۔ اس میں فریقین نے فلاں فلاں ثالث منظور کئے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ نہ کوئی باقاعدہ بحث ہوئی نہ مناظرہ۔ بات صرف یہ ہے۔ کہ قاضی صاحب نے تین دن تک وعظ کیا۔ اور احمدیوں کو کافر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور الہامات مسیح موعود کا بھی ذکر کیا۔ ہم کو صرف آخری دن لوگوں کے کہنے پر دو گھنٹے دئے۔ جسمیں ہم نے قلت وقت کے باعث ان الزامات کا ازالہ کیا۔ جن سے ہم کو وہ کافر بنا رہے تھے۔ نہ ہم نے کوئی ثالث بنایا۔ نہ ہم کو اس کا علم ہے۔ قاضی صاحب اگر سچے ہیں۔ تو حلفیہ شہادت دیں کہ فلاں شخص کو ثالث فریقین نے بنایا۔ یا اس قسم کی کوئی تحریر پیش کریں جسمیں ہم نے کسی کو ثالث تسلیم کیا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ قاضی صاحب جب ہم کو کافر ثابت نہ کر سکے اور غیر احمدی مایوس ہو گئے۔ تو ان آدمیوں کے سامنے ناک رگڑ رگڑ کر کہا گیا کہ آپ رائے دیں۔ انہوں نے رائے دیدی۔ اور یہ ہمارے بعد کا واقعہ ہے۔

(۲) قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ فضل کریم مناظر کا کوئی خاص رشتہ دار احمدی تھا۔ اس نے توبہ کرلی یہ بھی قاضی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے۔ اور ایک تھان ململ اور دس روپے کا حق ادا کیا ہے۔ ورنہ میرا کوئی بھی رشتہ دار احمدی نہیں ہے۔ اور نہ تھا۔ پھر توبہ کرے کیا معنے؟ قاضی صاحب خدا کا خوف کرو کونسا خاص رشتہ دار بندہ کا توبہ کر گیا۔ آپکے وعظ کا اثر صرف یہ ہوا۔ کہ گاؤں والے احمدیوں کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور انہوں نے ہم سے کوئی قطع تعلق نہیں کیا۔ فرمائیے آپ کی یا سید وزیر علی اور نابینا حافظ کی کیا عزت رہی رام گڑھ اور ملود میں صرف یہ جھگڑا تھا۔ کہ احمدی اسلام سے خارج ہیں۔ ان سے قطع تعلق کیا جائے۔ اور اسی غرض سے آپ کو بلایا گیا تھا کہ آپ احمدیوں کو کافر ثابت کریں۔ تا ان سے قطع تعلق کریں۔ اب یہ آپ کی شکست کا کامل ثبوت ہے۔ اور ان لوگوں نے بھی جن کا آپ نے ہار کر دامن پکڑا یہی رائے دی ہے۔ کہ احمدی کافر ثابت نہیں ہوئے) کہ رام گڑھ میں احمدیوں سے لوگوں نے قطع تعلق نہیں کیا ہے فرمائیے اب بھی آپ کو شکست ہوئی یا نہیں؟

آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا بھگا دینا کونسی بڑی بات ہے۔ آپ نے تو خود ہی مقدمہ میں اپنی تردید آپ کر دی ہے۔ آپکے لئے کسی بڑے مولوی صاحب کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ادنیٰ خادم نے آپ کی وہ خبر لی کہ آپ یاد ہی رکھینگے۔

بندہ فضل کریم انگلش ٹیچر

موضع رام گڑھ سرداران

ضلع لودھیانہ

فہرست نو مبائعین

یہ نمبر شمار جنوری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتا ہے۔ مگر اسے بالکل مکمل نہ سمجھنا چاہیئے۔ بعض ایسے لوگ جو قادیان میں آکر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے نام محفوظ رکھنے کی اسوقت تک کوئی مناسب تدبیر نہیں کی گئی۔ پھر بعض دفعہ بیعت کرنیوالوں کے نام مہتمم ڈاک کی فہرست سے بھی کسی نہ کسی باعث سے رہ جاتے ہیں۔ دفتر الفضل کو جسقدر نام مہیا ہو سکتے ہیں انکو شائع کر دیا جاتا ہے۔ اور انہی کا یہ نمبر شمار ہے

(ایڈیٹر)

بابت ماہ مئی ۱۹۱۹ء

۹۸۸ - چودھری فضل کریم صاحب ضلع لائل پور

۹۸۹ - چودھری محمد الدین صاحب " "

۹۹۰ - محمد الدین صاحب " لاہور

۹۹۱ - معراج الدین صاحب " "

۹۹۲ - قطب الدین صاحب " ہوشیارپور

۹۹۳ - فاطمہ بی بی " گوجرات

۹۹۴ - نور محمد صاحب " لاہور

۹۹۵ - باڑاین اگت عبد اللہ صاحب مالابار

۹۹۶ - خدیجہ "

۹۹۷ - محمد کنجی صاحب "

۹۹۸ - کنجی حلیمہ "

۹۹۹ - کنجی آمنہ "

۱۰۰۰ - زینب "

۱۰۰۱ - فاطمہ "

۱۰۰۲ - کنمل احمد کٹی صاحب "

۱۰۰۳ - تائل عبد القادر صاحب "

۱۰۰۴ - تائل کنجی صاحب "

۱۰۰۵ - اہلیہ " " "

۱۰۰۶ - فرزند " " "

۱۰۰۷ - فرزند " " "

۱۰۰۸ - فرزند " " "

۱۰۰۹ - سیرادوسل محمد صاحب مالابار

۱۰۱۰ و ۱۰۱۱ احمد بخش صاحب و عبد الستار صاحب ریاست پٹیالہ

بابت ماہ جون ۱۹۱۹ء

۱۰۱۲ - احمد خان صاحب ضلع شاہ پور

۱۰۱۳ - سیدہ نصیب النساء " فریدپور

۱۰۱۴ - محمد نساء " گورداسپور

۱۰۱۵ - نور نساء " "

۱۰۱۶ - والدہ مستری معز الدین صاحب " رہتک

۱۰۱۷ - رحمت بی بی " گوجرانوالہ

۱۰۱۸ - رحیم بی بی " مظفر گڈہ

۱۰۱۹ - رابعہ بی بی " گوجرانوالہ

۱۰۲۰ - سردار بی بی " "

۱۰۲۱ - برادر خورد محمد مغلاں آوان " جھنگ

۱۰۲۲ - اہلیہ وزیرا صاحب پٹیالہ

۱۰۲۳ - حبیب اللہ صاحب ضلع جالندہر

۱۰۲۴ - بخت بی بی " گوجرانوالہ

۱۰۲۵ - رابعہ بی بی " "

۱۰۲۶ - میر محمد ابراہیم صاحب " پشاور

۱۰۲۷ - حبیباً " پٹیالہ

۱۰۲۸ - زبیر احمد صاحب ضلع گوجرانوالہ

۱۰۲۹ - محمد الدین صاحب۔ " "

۱۰۳۰ - فیروز خان صاحب نمبردار " پشاور

۱۰۳۱ - فضل الدین صاحب " ہوشیارپور

۱۰۳۲ - چوہدری نبی بخش صاحب " شاہ پور

۱۰۳۳ - اہلیہ " " " "

۱۰۳۴ - فرزند " " " "

۱۰۳۵ - اللہ دتہ صاحب " سیالکوٹ

۱۰۳۶ - کالو صاحب " "

۱۰۳۷ - نظام الدین صاحب " "

۱۰۳۸ - منشی محمد بخش صاحب " پٹیالہ

۱۰۳۹ - عمر بی بی ضلع گجرات

۱۰۴۰ - طالعہ بی بی " سیالکوٹ

۱۰۴۱ - پیر بخش صاحب " جہلم

۱۰۴۲ - امام الدین صاحب " "

۱۰۴۳ - محمد حنیف صاحب ضلع جہلم

۱۰۴۴ - مستری اللہ بخش صاحب " شاہ پور

۱۰۴۵ - مولوی اللہ دتہ صاحب " ہوشیارپور

۱۰۴۶ - قایم نور صاحب " ہزارہ

۱۰۴۷ - شیر محمد صاحب " گوجرانوالہ

۱۰۴۸ - حسن الدین صاحب " "

۱۰۴۹ - بابو فضل آلہی صاحب " لائل پور

۱۰۵۰ - حسین بی بی " گجرات

۱۰۵۱ - عبد القادر ٹمنیکر صاحب مالابار

۱۰۵۲ - امجد صاحب "

۱۰۵۳ - اہلیہ امجد صاحب "

۱۰۵۴ - خدیجہ "

۱۰۵۵ - محمد صاحب "

۱۰۵۶ - میراڈرپل چریا محمد "

۱۰۵۷ - کمال الدین صاحب کٹی "

۱۰۵۸ - محمد ابراہیم مینارگت صاحب "

۱۰۵۹ - بی محمد صاحب "

۱۰۶۰ - بی محمد صاحب "

۱۰۶۱ - کے کنجی احمد صاحب "

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء

۱۰۶۲ - عبد الکریم صاحب ضلع ملتان

۱۰۶۳ - رحیم اللہ صاحب " ہردوئی

۱۰۶۴ - نواب الدین صاحب " جالندھر

۱۰۶۵ - غلام قادر صاحب کپورتھلہ

۱۰۶۶ - شیخ چراغ الدین صاحب " گورداسپور

۱۰۶۷ - شیخ نور محمد صاحب " "

۱۰۶۸ - مسماۃ سکینہ بیگم " "

۱۰۶۹ - مسماۃ ملک بی بی " "

۱۰۷۰ - مسماۃ افتخار بیگم " "

۱۰۷۱ - مسماۃ امتیاز بیگم " "

۱۰۷۲ - صابر صاحب ملک کشمیر

۱۰۷۳ - غلام محمد صاحب " "

(باقی آیندہ انشاء اللہ العزیز)

قادیان سے لنڈن

نیرؔ کا سفر نامہ

۱۶ - جولائی ۱۹۱۹ء - ولایت جانیوالے تین ہندوستانی طلباء میں سے دو ہندو دیوان ٹیک چند صاحب ڈپٹی کمشنر بحکمہ ملتان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں - ایک دیوان صاحب کا بیٹا اور دوسرا بھائی ہے ہردو کے نام بھی شیام و رام ہیں - تیسرا نوجوان عبد الحمید نام سیالکوٹ سے ہے - تینوں احمدیت کے متعلق مختلف سوالات کرتے جواب دیتے اور اظہار محبت کرتے ہیں - اور لنڈن تک اکٹھا ساتھ ہونے سے خوش ہیں - ہمارا لٹریچر بھی شوق سے پڑھ رہے ہیں - تینوں بے تعصب اور سعید نوجوان ہیں - اللہ تعالے ان کے سینے نور اسلام و احمدیت سے منور کرے آمین ثم آمین -

ایک فوجی افسر بھی ہمارے ہم سفر ہیں - ان کے ساتھ سلسلہ عالیہ کے متعلق سلسلہ گفتگو جاری رہا ہے - مگر وہ اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں - جو کہا کرتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو بزرگ جانتے ہیں - مگر مانا کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اپنے دعوے میں نعوذ باللہ جھوٹے تھے - میرا تجربہ ہے - کہ یہ گروہ ہدایت سے بہت دور ہوتا ہے -

بہرحال سلسلہ کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا - اور ڈاک گاڑی پوری تیز رفتار کے ساتھ پُر فضا علاقہ میں سے گذرتی رہی ٭

۱۷ - جولائی ۱۹۱۹ء - گاڑی میں "کھانے کی گاڑی" بھی ہے - اور مکرم چودھری صاحب نے مناسب سمجھا ہے - کہ مجھے انگریزی طور پر کھانے کا پہلا سبق دیں - چنانچہ میں نے یہ سبق جہاز کی تیاری کے لئے قدرے وقت کے ساتھ یاد کر لیا ہے - اور چھری کانٹے کے ساتھ تھوڑی مشق کر لی ہے - تجربہ کار ساتھی خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے ٭

ہماری ٹرین کئی ایک سرنگوں میں اور پلوں پر سے گذرتی ہوئی جزیرہ بمبئی میں داخل ہوئی - اور ہندوستان بھر کے بہترین ریلوے اسٹیشن وکٹوریہ ٹرمینس پر آ ٹھہری - ریلوے اسٹیشن پر داعی احمدیت متعینہ بمبئی مکرم مولوی حکیم خلیل احمد صاحب - جناب میر بشارت احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ حیدر آباد دکن - چودھری سردار علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بمبئی - اخویم محمد مالاباری - اخویم سیٹھ حسن علی صاحب - سید محمد حسین صاحب و جناب صفدر حسین صاحب ممبران انجمن احمدیہ بمبئی استقبال کے لئے موجود تھے - ان بزرگوں نے مناسب سمجھا - کہ خدام محمود کے گلوں میں ہار پہنائیں اور لنڈن جانیوالے مبشرین اسلام کی طرف گاڑی سے اُترنے والے مسافروں اور اسٹیشن پر دیکھنے والے لوگوں کی توجہ منعطف کرائیں - جزاہم اللہ احسن الجزاء

ہم سوار ہو کر احمدیہ ایسوسی ایشن میں پہونچے - اور خدا کا شکر کیا - کہ حضرت خلیفہ ثانی کی توجہ نے "دروازہ یورپ" پر احمدی مبلغ کا تقرر کر کے اپنے خدام کو ہوٹلوں کی تلاش اور دردسری سے بچا لیا ہے - میں اللہ تعالےٰ کا شکر کرتا ہوں کہ جماعت بمبئی اپنے اخلاص میں ترقی پر ہے - اور بمبئی میں مبلغ کا تقرر اور تبلیغ گاہ کا قیام اچھے نتائج پیدا کر رہا ہے ٭

۱۸ - جولائی ۱۹۱۹ء - آج مکرم چودھری صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی - اور خطبہ میں وہ فقرہ کہا - جو "داعیان احمدیت" کی تمام کوششوں کا قاعدہ اور آئندہ کام کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے - یعنی یہ کہ "انگریزوں کے مسلمان ہونے پر ہمیں یقین کامل ہے" نواب سید رضوی صاحب سے ملاقات ہوئی - اور صاحب موصوف محبت و تپاک سے پیش آئے - اپنی موٹر میں بٹھا کر ہمیں اپالو بندر اور سیٹھ اسمٰعیل آدم کی دوکان پر لے گئے تمام راستہ سلسلہ عالیہ اور غیر مبائعین کے اختلاف کی اصل وجوہات پر گفتگو رہی ٭

آج شام کو اخی المکرم حضرت سیٹھ عبد اللہ الٰہ دین صاحب کے بھائی خانصاحب سیٹھ احمد کے خسر جناب سیٹھ عبد اللہ یوسف بھائی کے ہاں دعوت تھی - سیٹھ صاحب نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے - اور بمبئی میں سلسلہ عالیہ کی ترقی کے لئے ایک انگریزی گجراتی اخبار کے اجرا پر زور دیتے رہے - ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ سیٹھ عبد اللہ یوسف اور سیٹھ احمد بھائی کو قبول حق کی توفیق دے - آمین ثم آمین ٭

۱۹ - جولائی ۱۹۱۹ء - جہاز کا ٹکٹ خریدنے اور ڈاکٹری معائنہ کرانے کے بعد ہم جہاز پر سوار ہوئے جماعت بمبئی کے مخلص احباب کاروبار چھوڑ کر ہمیں سوار کرانے آئے - ہمیں بندر پر آ کر ہار پہنائے - اور ہمارے اخراجات بندرگاہ برداشت کئے -

میں نے تیسری دفعہ جماعت بمبئی کو دیکھا ہے - اور خدا کے فضل سے ہر طرح برکت اور ترقی پائی ہے - لیکچر ہال میں اب دریوں کی بجائے کرسیاں ہیں - لائبریری میں آئینہ دار الماریوں کے اندر سلسلہ کی کتب ہیں - بجلی کی روشنی اور بجلی کا پنکھا ہے - اللّٰھم زد فزد ٭

جہاز پر سواری کے متعلق بعض مخصوص ہدایات ہیں جن کا علم سفر کرنیوالوں کو دفتر نظارت تالیف و اشاعت سے دیکھ کر مل سکیگا میں وہاں ایک مفصل رپورٹ لکھونگا - جو آئندہ آنیوالے مبلغین کے کام آئیگی - انشاء اللہ ٭

ہمارے جہاز کا نام China ہے - پی - او - سٹیم شپ کمپنی کا ہے - اس کا وزن ۷۹۳۳ ٹن ہے - اس جہاز کو گورنمنٹ نے لیکر ہسپتال کا جہاز بنایا ہوا تھا - اب پھر کمپنی کو واپس کیا ہے - جہاز پر بے تار برقی خبروں کے پہنچانے کا بھی انتظام ہے - اس جہاز پر حضور وائسرائے کی صاحبزادی بھی سوار ہیں ٭

جہاز کے کنارہ سے چلنے کے ایک گھنٹہ بعد سمندر میں طوفان کا دور دورہ معلوم ہوا - اور اس عاجز کو چکر آنے شروع ہو گئیں - مکرم چودھری صاحب اچھے ہیں - اور تجربہ کار ساتھی کا ہونا پھر خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل معلوم ہوتا ہے چودھری صاحب مجھے نیچے سے فوراً اوپر ڈیک پر لے آئے اور یہاں کرسی پر بیٹھے بیٹھے بحیرہ عرب اور پہاڑی سیروں کا منظر دیکھتا رہا - ڈیک پر لمبی لمبی کرسیوں کی قطاریں بچھی ہیں - میرے جیسے کئی ایک بیمار سر ڈالے سمندر کا بازیگرانہ رقص دیکھ رہے ہیں - سمندر کے پانیوں کا پہلے رنگ نیلگوں

ممالک غیر کی خبریں

بالشویکوں کو شکست

(لنڈن ۱۵ ستمبر) دفتر جنگ سے ایک کمیونیک شائع ہوا ہے کہ زارٹسن پر تین دن کی جنگ کے بعد جس میں بالشویکوں نے مختلف اطراف سے شہر پر حملہ کیا تھا۔ جنرل اینگل کی سپاہ نے دشمن کو شکست دے کر ان کے ۹۰۰ قیدی ۱۱ توپیں اور سو سے زیادہ مشین گنیں چھین لیں۔ بالشویکوں کی تین رجمنٹوں نے اطاعت قبول کر لی۔ اور دو بالکل ہلاک کر دی گئیں ❊

سابق قیصر اور ولیعہد کی ملاقات

(ایمسٹرڈم ۱۴ ستمبر) سابق ولیعہد جرمنی اپنے دو بچوں کے ساتھ امراجن میں سابق قیصر کے پاس دو تین دن کے لئے ٹھہرا ہے۔

آئرلینڈ میں صورت معاملات

(۱۴ ستمبر۔ لنڈن) کل تمام آئرلینڈ میں مفسدوں نے ہتھیار حاصل کرنے کے لئے حملے کئے۔ لیکن کسی قسم کی بدامنی واقع نہیں ہوئی ❊

صلحنامہ جرمنی کی تصدیق

(کیپ ٹاؤن ۱۴ ستمبر) جنوبی افریقہ کی سینیٹ نے پانچ کے برخلاف ۳۰ ووٹوں سے صلحنامہ جرمنی کی تصدیق کی تحریک کو پاس کر دیا ❊

صلحنامہ کے متعلق پریزیڈنٹ ولسن کا خیال

(لنڈن ۱۳ ستمبر) کوڑدی الین واقع ایڈاہو کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ پریزیڈنٹ ولسن نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر صلحنامہ کو منظور نہ کیا گیا۔ تو دنیا میں ہر طرف بدامنی کے شعلے بھڑک اٹھیں گے جرمنی کے لئے مشرق کی طرف فتوحات کے لئے ایک میدان کھلا ہے۔ اور وہ پہلے ہی بالشویک گورنمنٹ سے معاہدہ کرنے کے لئے گفت و شنید کر رہا ہے تاکہ اسے صنعتی اور سیاسی سازش کرنے کا موقعہ ملے ❊

پرانے حالات کا خاتمہ

(لنڈن ۱۴ ستمبر) مسٹر لائڈ جارج نے اہالیان برطانیہ عظمیٰ کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ " اگر ہم پرانی دنیا کو جس میں عفونت کے نشان اور جفاکشی کی ذلت تھی جہاں فلاکت اور افلاس کے ساتھ ساتھ دنیا کی بیشمار دولت تلف ہوتی تھی۔ دوبارہ عود کرنے دیں۔ تو ہم بہادر شہیدان جنگ سے غداری کرینگے۔ اور ایسی ذلیل فریب دہی کے مجرم ہونگے۔ جس نے اقوام کی عزت پر کبھی بٹہ نہ لگایا ہوگا۔ پرانے حالات کا ضرور خاتمہ ہونا چاہیئے۔ اور ہوگا ❊

چین اور جاپان کے باہمی تعلقات

(۱۳ ستمبر پیرس) انجمن مصالحت میں مسئلہ شانٹنگ کے متعلق سرگرم بحث ہو رہی ہے۔ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ شانٹنگ واپس لینے کے لئے چین جاپان کے ساتھ براہ راست خط و کتابت نہیں کرے گا۔ پیرس کے جاپانی حلقوں میں اس رائے کا اظہار کیا جاتا ہے کہ شانٹنگ کی واپسی اب ایک باضابطہ امر ہے۔ لیکن جب تک چین صلحنامہ پر دستخط نہیں کریگا۔ اس معاملہ میں کچھ نہیں کیا جا سکتا ❊

فوج کی تنخواہ میں اضافہ

(لنڈن ۱۴ ستمبر) ایک شاہی فرمان فوج کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کے متعلق شائع ہوا ہے ❊

شام کا مستقبل

(پیرس ۱۳ ستمبر) مسئلہ شام پر بحث کرنے کے لئے موسیو کلیمنشو مسٹر لائڈ جارج کے ساتھ آج ملاقات کرینگے ❊

بوسٹن میں پولیس کی ہڑتال

(بوسٹن ۱۳ ستمبر) بوسٹن میں پولیس کی ہڑتال کے سلسلہ میں جو ہنگامہ ہوا اس میں سات آدمی ہلاک ہوئے۔ شہر میں اب خاموشی ہے۔ اور سپاہی بازاروں میں پہرہ دے رہے ہیں۔ گورنر کولج نے اعلان کیا۔ کہ پولیس والے ہڑتال کنندگان نہیں۔ بلکہ مفرور خیال کئے گئے ہیں۔ لہذا ان کے ساتھ شرائط کا تصفیہ کرنا محال ہے۔ بلکہ اگر وہ گورنمنٹ کے احکام کی متابعت کریں۔ تو پھر بھی ان کا اپنے عہدوں پر بحال کیا جانا غیر اغلب ہے۔ مسٹر گومپرز نے پولیس والوں کو صلاح دی ہے کہ وہ اپنے کام پر آجائیں۔ اور پریزیڈنٹ ولسن نے اہل سرمایہ اور مزدوروں کے قائم مقاموں کی جو کانفرنس طلب کی ہے۔ اس کا انتظار کریں ❊

وزارت سرویا کا استعفاء

(لنڈن ۱۴ ستمبر) سرویا کی وزارت اسوجہ سے مستعفی ہو گئی۔ کہ آسٹریا کے صلحنامہ کے ان فقرات میں ترمیم یا تنسیخ کرانے سے قاصر رہی۔ جو ان قلیل آبادی کی جماعتوں کے تحفظ کے متعلق تھیں۔ جو سرویہ کے حوالہ کردہ علاقوں میں آباد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان شرائط کے قبول کرنے سے سرویہ کے اقتدار حکومت میں دست اندازی ہوتی ہے ❊

حالات سرحد

(شملہ - ۱۵ ستمبر) ۱۳ ستمبر کو ڈکہ پورے طور پر خالی کر دیا گیا۔ ہماری سپاہیں نئی حد کے پرے چلی گئیں۔ جو اسی دن مقرر ہوئی تھی ❊

اسی دن دوسرے ڈویژن کے سپاہیوں نے وادی بازار کے قلعہ چورا پر حملہ کیا۔ صبح کے ساڑھے پانچ بجے یار محمد۔ ملک دین خیل کی سپاہ علی مسجد کے جنوب مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر جمع ہوئی۔ یہ وہی شخص ہے۔ جو گذشتہ مہم کے موقعہ پر لوگوں کو بھڑکا رہا تھا اس سپاہ نے ہمارے سپاہیوں کی پیشقدمی کو روکنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اور سوا سات بجے تک پہاڑی بڑی توپوں کی امداد سے ہمارے سپاہیوں نے سارا گڑھی کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جہاں سے قلعہ چورا پر بم برسا کر اسے برباد کر دینا محض ۲۰ منٹ کا کام تھا۔ تین بجکر ۴۰ منٹ بعد دوپہر قلعہ چورا بالکل خالی ہو گیا۔ اس کے بعد ہماری فوج علی مسجد کی طرف بڑھی مگر کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہ کی۔ ہمارا نقصان بہت کم ہے ❊

ٹوچی میں وزیریوں نے کچھ نشانہ بازی کی۔ اور تاریں کاٹیں ❊

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے شائع ہوا)